بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

برزخی زندگی

از:

فقیہِ عصر، حضرت علامہ مفتی **محمد امین** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

تحریک تبلیغ الاسلام (انٹرنیشنل)

مالیگاؤں، انڈیا

ـــــ جملہ حقوق بحق تحریک محفوظ ـــــ

نامِ کتاب	:	**برزخی زندگی**
مصنف	:	حضرت علامہ **مفتی محمد امین** صاحب دامت برکاتہم العالیہ
کمپوزنگ	:	محمد بلال قادری (فیصل آباد)
پروف ریڈنگ	:	عتیق الرحمٰن رضوی
ناشر	:	تحریک تبلیغ الاسلام (انٹرنیشنل)، مالیگاؤں، انڈیا
ہدیہ	:	**ایک بار بہ غور مطالعہ**

ملنے کے پتے

انڈیا

تحریک تبلیغ الاسلام، انٹرنیشنل

رضا لائبریری، مقابل: نیا بس اسٹیشن،

مالیگاؤں، انڈیا

+91 9096957863

+91 9373724282

sahebzada92@gmail.com

پاکستان

تحریک تبلیغ الاسلام، انٹرنیشنل

دوسرا منزلہ، بی،سی ٹاور ۵۴/ جناح کالونی

فیصل آباد، پاکستان

+92-41-2602292

+92 3007608838

info@tablighulislam.com

Cell

-email -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین. امابعد!............ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال اللہ تعالی فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

" مَنۡ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً"

[قرآن مجید: سورہ نحل، پارہ ۱۴، آیت ۹۷]

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

اور یہ زندگی دنیاوی زندگی ہے یا اخروی یا برزخی یعنی قبر کی زندگی ہے تینوں قول ہیں۔ [تفسیر روح المعانی سورہ نحل]

لہٰذا اگر اس زندگی سے برزخی زندگی مراد ہو تو معنی یہ ہوگا کہ جو مومن نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو قبر میں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ بعدازآں آپ حضرات کے سامنے دو نظریے پیش کر رہا ہوں:

ایک نظریہ: یہ ہے کہ ولی، غوث، قطب، ابدال جو مر جاتے ہیں وہ فنا ہو جاتے ہیں، ان کی قبریں مٹی کا ڈھیر رہ جاتی ہیں ان کی قبروں پر مراد لے کر جانا، ان سے مرادیں مانگنا یہ سراسر شرک ہے اور بے فائدہ ہے کیوں کہ یہ لوگ مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ یہ اللہ والے جنھوں نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کیے، ان کو ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا فرمان کے مطابق قبر میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے زندہ ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں باذن اللہ آتے جاتے ہیں، اپنے متوسلین کی مدد بھی کرتے ہے۔

نام فقیر تنہاں دا باہو　　　قبر جنہاں دی جیوے ہو

اس کے بعد میں آپ کے سامنے چند واقعات پیش کرتا ہوں آپ یہ واقعات سن کر اپنے دل سے خود فیصلہ کریں کہ کون سا نظریہ درست ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اولیاے کرام واقعی مر کر مٹی ہو گئے ہیں تو ان کے مزارات پر جانا ترک کر دیں کیوں کہ مٹی کے ڈھیر سے کیا حاصل ہوگا؟ لیکن اگر واقعات سن کر آپ کا دل گواہی دے کہ یہ اولیاے کرام قرآنِ پاک کے مندرجہ بالا فرمان کی رُو سے زندہ ہیں تو ان کے مزارات پر حاضری دینی چاہیے ان سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔

﴿واقعہ ۱﴾

شیخ المحدثین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صدور میں اور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک پاک باز خاتون کا واقعہ تحریر فرمایا ہے جو کہ تفسیر روح البیان سے بیان کیا جا رہا ہے:

"ایک نیک خاتون پاک باز تھی۔ وہ فوت ہو گئی تو اس علاقے میں ایک کفن چور تھا، وہ رات کو اٹھا اس پاک باز خاتون کی قبر پر گیا مٹی نکالی اور اینٹ اٹھائی کفن کو پکڑ کر کھینچا لیکن کفن کھنچتا نہیں تھا، اس نے دوزانو ہو کر کفن کو پکڑ کر کھینچنا شروع کیا اور ساتھ کفن چور کہہ رہا تھا دیکھتے ہیں کون کامیاب ہوتا ہے! جب وہ کفن کو کھینچنے لگا تو اس پاک دامنہ خاتون نے ہاتھ اٹھا کر اس کفن چور کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا اور اس کفن چور کے چہرہ پر پانچوں انگلیوں کے نشان پڑ گئے۔ کفن چور نے وہیں پر سچی توبہ کی یا اللہ میں آئندہ یہ کام ہرگز نہ کروں گا پھر اس نے اینٹیں لگا کر مٹی ڈال کر قبر برابر کی اور گھر آ گیا پھر وہ نمازیوں کے کپڑے پہن کر فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آیا نماز کے بعد حضرت خواجہ ابواسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا درس سنا، بلکہ وہ روزانہ مسجد میں آتا اور نماز کے بعد درس سن کر جاتا لیکن وہ اپنا چہرہ چھپائے رکھتا، کچھ عرصہ گذرا تو حضرت خواجہ ابواسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دوست تو ہم سے محبت بھی کرتا ہے، ہماری مجلس میں بھی بیٹھتا ہے لیکن تو ہم

سے چہرہ کیوں چھپائے رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا حضور! اگر آپ امان عطا کریں تو میں وجہ بتا دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تیرے لیے امان ہے۔ اس نے ساری کہانی سنا دی کہ میں نامی گرامی کفن چور تھا اور اس پاک دامنہ کے طمانچے کا واقعہ بیان کر کے اس نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا پانچوں انگلیوں کے نشان موجود ہیں، پھر حضرت خواجہ نے امام اوزاعی کو بذریعہ خط سارا واقعہ لکھا انہوں نے تعجب کیا اور واپسی خط لکھا کہ اس شخص سے پوچھو اس نے کبھی کسی کلمہ گو نمازی کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا دیکھا ہے جب اس کفن چور سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا میں نے بہت سارے مردوں کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا دیکھا ہے امام اوزاعی نے خط پڑھ کر تین بار ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیْـہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا اور فرمایا جن لوگوں کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ایمان پر خاتمہ نہیں ہوتا۔''

[تفسیر روح البیان: سورہ نحل، پارہ ۱۴]

﴿واقعہ ۲﴾

فقیر شرق پور شریف جامعہ میاں صاحب میں پڑھتا رہا، وہاں ایک بزرگ حاجی فضل الٰہی صاحب مرحوم مونگہ جو کہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ رہے انہوں نے واقعہ سنایا کہ:

''حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار داتا گنج بخش قدس سرہٗ کے دربار جایا کرتے تھے کبھی تو تانگے پر سوار ہو جاتے اور کبھی پیدل ہی چل دیتے اور عموماً میں ساتھ ہوتا ایک دن آدھی رات کو اٹھے تہجد کے نوافل ادا کیے اور فرمایا فضل الٰہی چلو داتا حضور چلیں اور پیدل ہی چل پڑے اثنائے راہ آگے سے ایک بزرگ آئے اور وہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ ہم کلام ہوئے تھوڑی دیر بعد وہ بزرگ لاہور کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت میاں صاحب شرق پور شریف کی طرف واپس چل پڑے تو میں نے عرض کیا کہ حضور آپ نے تو فرمایا تھا کہ لاہور داتا دربار حاضری دینا ہے، لیکن آپ

یہیں سے واپس چل پڑے! تو حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

'فضل الٰہی جنوں ملنا سی ایتھے ای مل لیا تے اگے لین کی جانا اے'

یہ واقعہ حضرت حاجی صاحب مرحوم کے صاحب زادے حاجی فضل احمد مونگہ نے بھی اپنی کتاب ''حدیثِ دلبراں'' کے ص ۹۳ پر لکھا ہے، جگہ کا اختلاف ہے۔ نیز لکھا ہے آگے سے آنے والے بزرگ کے سر پر گول پگڑی تھی کمبل اوڑھے ہوئے تھے، ان کی داڑھی سفید تھی اور چہرہ منور، تقریباً بیس منٹ تک دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے کھڑے رہے''۔

[حدیث دلبراں: الحاج میاں فضل احمد مونگہ، ص ۹۳]

﴿واقعہ ۳﴾

یہی جناب حاجی فضل الٰہی صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب داتا دربار حاضری کے لیے روانہ ہوئے، لاہور پہنچ کر حضور داتا گنج بخش قدس سرہٗ کے دربار حاضری دی حضرت میاں صاحب آگے کھڑے ہیں اور میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، جب حضرت میاں صاحب فاتحہ خوانی سے فارغ ہوئے تو آپ نے کہا

کڈا سارا داتا تے نکی جئی مسیت

یعنی اتنا بڑا داتا ہے اور مسجد چھوٹی سی ہے حاجی صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا اندر سے آواز آئی میاں صاحب

جدوں دل کریگا وڈی کر لوانگے

یعنی جب ہمارا دل چاہے گا ہم مسجد کو بڑی کر لیں گے۔ الحمد للہ یہ واقعہ اس وقت کا سنا ہوا ہے جب مسجد چھوٹی تھی اور اب داتا دربار کی مسجد کتنی بڑی ہو گئی ہے۔

﴿تنبیہ﴾

مندرجہ بالا دونوں واقعات سن کر اونچی عقل والے کہیں گے دیکھو جی کیسی باتیں کرتے ہیں بھلا کبھی مردے بھی بولتے ہیں اور کبھی مرنے کے بعد بھی کوئی قبر سے

باہر آیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ آپ بعد والے واقعات پڑھ کر اپنے دل سے خود فیصلہ لیں کہ کوئی مرنے کے بعد زندوں کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ کہ کوئی بعد وصال اپنی قبر سے باہر آ سکتا ہے یا نہیں۔

﴿واقعہ ۴﴾

’’جمال الاولیاء‘‘ جو کہ مسلکِ دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف ہے اس میں ہے کہ خواجہ محمد شناوی کو خواجہ احمد بدوی کے ساتھ بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان سے نسبت تامہ حاصل تھی، ان کے وصال کے بعد بار ہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ (شیخ احمد بدوی) قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے، حضرت خواجہ شعراوی فرماتے ہیں میں نے خود سنا ہے یہ (محمد شناوی) حضرت احمد بدوی سے باتیں کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دے رہے تھے۔

طبقات وسطی میں ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خود سنا ہے کہ یہ (محمد شناوی) حضرت احمد بدوی سے کسی سفر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد بدوی نے قبر کے اندر سے جواب دیا سفر کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔

[جمال الاولیاء: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، ص ۲۰۸]

﴿واقعہ ۵﴾

سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

’’یا فلاں ولمن خاف مقام ربہ جنتان‘‘

یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو جنتیں ہیں۔

نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمر میرے پروردگار نے مجھے جنت میں وہ دونوں جنتیں عطا فرما دی ہیں۔ [جمال الاولیاء، ص ۶۹]

﴿واقعہ ۶﴾

حضرت شیخ محمد بن ابوبکر یمنی آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے جو امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے ایک شخص آپ کی خدمت میں رہنے کے لیے (مرید ہونے کے لیے) آیا تو اُن (خواجہ یمنی) کی وفات ہو چکی تھی، آپ قبر سے نکلے اور بیعت کر لیا۔ [جمال الاولیاء، ص ۱۰۶]

﴿واقعہ ۷﴾

مولانا اشرف علی تھانوی کے جد امجد (پردادا) صاحب کا واقعہ اشرف السوانح میں لکھا ہے کہ وہ کسی بارات کے ساتھ جا رہے تھے ڈاکوؤں نے آ کر بارات پر حملہ کر دیا تو وہ شہید ہو گئے، شروع میں بہت عرصے تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ شہادت کے بعد عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گے تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لیے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ [اشرف السوانح، ص ۱۱۰، کتب خانہ اشرفیہ زیر جامع مسجد دہلی]

مسلمان بھائیو! ذرا غور کرو کہ اگر خواجہ احمد بدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبر کے اندر سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور نوجوان سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کے اندر سے جواب دے سکتا ہے تو سرکار داتا گنج بخش قدس سرہٗ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیوں گفتگو نہیں کر سکتے، اور اگر خواجہ محمد بن ابوبکر یمنی قبر سے باہر آ کر بیعت کر سکتے ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے پردادا گھر والوں کو آ کر مٹھائی دے سکتے ہیں تو امام الاولیا داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہٗ باہر آ کر کیوں شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے گفتگو نہیں کر سکتے؟ مگر ’’میں نہ مانوں‘‘ کا علاج نہیں ہے۔ نیز یہ وہی انعام خداوندی ہے کہ:

’’جو مومن نیک عمل کرے وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے‘‘۔

﴿واقعہ ۸﴾

حضرت خواجہ سید محمد اسماعیل شاہ صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دن ماموں کانجن کے علاقے اوڈانوالہ سے مولوی محمد عبداللہ اہلحدیث شرق پور شریف حاضر ہوئے وہاں اتباعِ سنت دیکھ کر بہت خوش ہوئے مگر جب مولوی عبداللہ نے دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹھک پر لکھا ہوا ہے:

"یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرْ جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰہ"

تو وہ مولوی عبداللہ بہت خفا ہوا اور ناراضگی کا اظہار کیا اعلیٰ حضرت شیر ربانی قدس سرہٗ نے تحمل سے کام لیا، پھر جب اس مولوی کو رُخصت کرنے لگے تو چند قدم ان کے ساتھ آگے گئے اور اس کے پاس کھڑے ہوکر بہ آواز بلند کہا:

"یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرْ جِیْلَانِیشَیْئًا لِلّٰہ"

تو وہ اہلحدیث مولوی کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ صورت انسان فوراً ظاہر ہوئے کہ ان کے جلال کی تاب مولوی عبداللہ صاحب نہ لا سکا، آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اعلیٰ حضرت سرکار میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: مولوی جی! یہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ جنہیں ہم پکارتے ہیں، دیکھو یہ ہماری آواز پر ہماری مدد کے لیے پہنچ گئے ہیں، یہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں، جنہیں ہم پکارتے ہیں۔ مولوی صاحب اپنے عقیدۂ باطلہ پر نادم ہوئے۔ [خزینہ کرم۔ص۱۷۰]

قارئین حضرات! غور فرمائیں کہ اگر سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہٗ زندہ نہیں ہیں تو وہ کون تھا جو مولوی عبداللہ غیر مقلد کے سامنے جلوہ گر ہوگئے تھے؟ نیز یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمارہے ہیں یہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کو مردہ جاننا یہ باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیائے کرام کے عقائد ونظریات پر قائم رکھے، کیوں کہ یہی حضرات منعم علیہم ہیں۔

﴿واقعہ ۹﴾

پڑوسی ملک اور پاکستان کے درمیان ۱۹۶۵ء میں جنگ ہوئی اور وہ جنگ سترہ دن رہی اسی دوران قصور شریف سے ایک صوفی صاحب دربار داتا گنج بخش پر حاضر ہوئے اور ان کا بیان ہے کہ میں جب بھی داتا حضور کے دربار حاضر ہوتا ہوں میں داتا حضور سے مل کر جایا کرتا ہوں، لیکن جب میں جنگ کے دوران حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار داتا گنج بخش قدس سرہٗ اپنے مزار شریف میں نہیں ہیں۔ میں تین دن وہاں رہا تیسرے دن دیکھا تو حضور داتا گنج بخش قدس سرہٗ موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں تین دن سے حاضر ہوں مگر آپ موجود نہیں تھے! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟
تو سرکار داتا گنج بخش قدس سرہٗ نے فرمایا میری ڈیوٹی کھیم کرن کے محاذ پر لگی ہوئی تھی میں وہاں گیا ہوا تھا۔ یہ بیان بعض اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

﴿واقعہ ۱۰﴾

۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران راولپنڈی کے ایک اخبار میں پڑھا کہ جب چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں جنگ زوروں پر تھی، اس علاقے میں ایک گھسیارہ گھاس کھود رہا تھا، اس نے دیکھا کہ دو نوجوان جن کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا گھوڑوں پر سوار گذرے، پھر جب کہ اس نے گھاس کا گٹھا تیار کرلیا تو دیکھا ایک اور حسین وجمیل بزرگ گھوڑے پر سوار جارہے ہیں، گھسیارے نے عرض کیا حضور یہ گھاس کا گٹھا اٹھوا دیجیے! آپ نے گٹھے کو اشارہ کیا تو وہ گٹھا گھسیارے کے سر پر آگیا۔ وہ حیران ہو کر پوچھتا ہے جناب آپ کون ہیں؟ فرمایا: میرا نام علی ہے۔ گھسیارے نے پوچھا جو پہلے گذر گئے ہیں۔ وہ کون تھے فرمایا وہ میرے دونوں شہزادے حسن وحسین تھے ہم چونڈہ کے محاذ پر آئے تھے۔

﴿واقعہ ۱۱﴾

ملک حسن علی بی اے علیگ مصنف ''حیاتِ جاوید'' اور ''ذکرِ محبوب'' نے بیان کیا کہ میری والدہ بہت ضعیف تھیں اور کافی عرصے سے علیل تھیں۔ میں دن رات اپنی والدہ کے پاس ہی رہتا تھا۔ ملک حسن علی کا بیان ہے کہ میں رات کو نیند کے غلبے کی وجہ سے اونگھ رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ جناب حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے ہیں (بعد وصال) اور آپ نے پوچھا حسن علی تمہاری والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد آپ واپس جانے لگے تو میں (ملک حسن علی) نے کہا حضور تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ آپ نے جواب دیا مجھے بہت جلدی ہے۔ میں نے چونڈہ ضلع سیالکوٹ پہنچنا ہے۔ جہاں تاریخ کی بہت بڑی اور خوفناک ٹینکوں کی جنگ ہو رہی ہے (ملک حسن علی) کا کہنا ہے میں نے عرض کیا حضور یہاں نزدیک لاہور کے بارڈر واہگہ پر بھی تو جنگ ہو رہی ہے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا لاہور کے محاذ کو داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ خود کمان کر رہے ہیں اور میری ڈیوٹی چونڈہ کے محاذ پر لگی ہے۔

سبحان اللہ اتنی بڑی خوفناک جنگ کو کوئی حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہادر شیر ہی کنٹرول کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔ یہ بات ملک حسن علی صاحب نے شرقپور شریف کے ٹاؤن کمیٹی کے دفتر میں بیٹھے ہوئے کی۔ اُن کونسلروں میں شرقپور شریف کی مخلص ترین اور معزز شخصیت میاں محمد صدیق مونگہ مرحوم بھی شامل تھے۔ [حدیث دلبراں: ص ۳۳۳]

﴿واقعہ ۱۲﴾

حضرت شیخ ابوالفضل اور امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت شیخ ابوالفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی حج کیے تھے اور جب آخری بار حج پر جانے لگے تو امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا جناب اس

حالت میں آپ سفر حج پر کیوں روانہ ہو رہے ہیں؟ یہ سن کر شیخ ابوالفضل نے فرمایا کہ میرے جسم پر میدانِ بدر کی مٹی لگی ہوئی ہے اس لیے میں جا رہا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور جب آپ بدر کے قریب پہنچے تو بیمار ہو گئے اور وہیں ان کا وصال ہو گیا اور وہیں دفن کر دیے گئے۔ یہ ۹۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ پھر پانچ سال بعد حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۴۷ھ میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے فرمایا جب میں بدر پہنچا تو میں نے آواز دی اے خواجہ ابوالفضل خدارا مجھے اپنی قبر کے بارے میں فرمائیے کہ کون سی قبر ہے؟ اچانک آپ کی قبر مبارک سے آواز آئی میں یہاں ہوں یہ میری قبر ہے تو میں نے آپ کی قبر مبارک کو پہچان لیا۔ [طبقات کبریٰ۔ص ۱۷۴ جلد ۲]

نتیجہ: اگر شیخ ابوالفضل قبر کے اندر سے بول سکتے ہیں کہ میری قبر یہ ہے تو حضور داتا گنج بخش قدس سرہٗ کیوں نہیں بول سکتے؟

﴿واقعہ ۱۳﴾

حضرت توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک درویش عشرۂ محرم میں ہمیشہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کے لیے ختم دلایا کرتا تھا۔ مدت تک وہ اسی طرح کرتا رہا، ایک دن وہ درویش کہیں سفر پر جا رہا تھا، اتفاقاً راستہ بھول گیا جنگل بیابان ہے، وہ حیران و پریشان پھر رہا تھا، کہ دور سے سواروں کے ایک قافلے پر نظر پڑی اور وہ آتے آتے بہت قریب آ گیا اور اس قافلے والوں میں سے ایک بزرگ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دور راستہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا یہ راستہ ہے اس پر چلا جا اس درویش نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا: تو ہمیں نہیں پہچانتا! ہم تو تجھے پہچانتے ہیں۔ ہم وہی ہیں جن کے لیے تو محرم کے دنوں میں فاتحہ (ختم) دلایا کرتا ہے اور شربت وغیرہ پلایا کرتا ہے، وہ سب ہمارے پاس پہنچ جاتا ہے، میں امام حسین ہوں اور یہ قافلہ شہدائے کربلا کا قافلہ ہے۔ [ذکر خیر: ص ۲۱۳]

نوٹ: اگر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم دلانے والوں کی دنیا میں مدد کر سکتے ہیں تو ان شاء اللہ قیامت کے دن بھی مدد فرمائیں گے۔ جیسے کہ حدیث پاک (مشکوٰۃ:ص۴۹۴) میں ہے۔

﴿واقعہ۱۴﴾

ایک شخص ملک شام میں سکونت پذیر تھا اور اس کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گیا۔ کچھ عرصہ گذرا تو وہ بیٹا والدین کے گھر گھوڑے پر سوار پہنچ گیا۔ باپ نے دیکھا تو بیوی سے کہا یہ تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ اس نے کہا وہ تو شہید ہو چکا ہے! تجھے شیطانی وسوسہ ہوا ہے۔ پھر وہ لڑکا ان کے قریب پہنچ گیا، تو پھر باپ نے بیوی سے کہا یہ تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ ماں نے دیکھا تو ملاقات ہوئی، پھر باپ نے پوچھا بیٹا تُو تو شہید ہو چکا ہے! یہاں کیسے آ گیا؟ عرض کیا بے شک میں شہید ہو گیا ہوں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا ہے اور شہیدوں نے اپنے رب کریم جل جلالہٗ سے اجازت طلب کی ہے کہ ہم حضرت کے جنازے پر حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ شہدا کو اجازت مل گئی تو میں بھی ان کے جنازے پر شریک ہوا پھر میں نے اجازت طلب کی میں اپنے والدین سے ملاقات کروں تو میں آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں، پھر وہ دعا کر کے واپس چلا گیا۔ [شرح صدور: ص۹۳]

﴿تنبیہ﴾

اگر شہید زندہ ہیں اور بے شک یہ نص قرآنی سے ثابت ہے، تو صدیق جن کا درجہ شہید سے اونچا ہے جیسے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو صدیقین کیوں زندہ نہیں ہیں؟ الحمد للہ وہ زندہ ہیں جیسے کہ آپ مندرجہ بالا واقعات سن چکے ہیں۔

﴿واقعہ۱۵﴾

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ملک شام سے بصرہ کی طرف آ رہا تھا ایک جگہ اُترا اور وہاں وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی پھر میں نے ایک قبر

پر سر رکھا اور سو گیا

ثم انتبهت فاذا صاحب القبر يشتكي

یعنی جب میں جاگا تو قبر والے نے شکایت کی تو نے مجھے رات بھر تکلیف دی ہے (کہ میرے اوپر سر رکھ کر سویا رہا) پھر قبر والے نے کہا تم (زندہ لوگ) عمل کر سکتے ہو، مگر ثواب کی مقدار نہیں جانتے اور ہم جان گئے ہیں لیکن اب عمل نہیں کر سکتے۔ پھر صاحب قبر نے فرمایا: سنو! یہ دو رکعت جو آپ نے پڑھی ہیں، ہمارے نزدیک یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں پھر فرمایا اللہ تعالی زندوں کو جزائے خیر عطا کرے میرا اُن کو سلام کہو کیوں کہ ان کی دعا سے ہمارے اوپر پہاڑوں جتنا نور داخل ہوتا ہے۔ [کتاب الروح لابن قیم۔ص۱۰]

﴿واقعہ۱۶﴾

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ایک دن میں سیر کرتا ہوا ایک نہایت خوب صورت مقبرے میں گیا وہاں میں نے چند سورتیں قرآن مجید کی تلاوت کیں ایک صاحبِ قبر مجھ سے باتیں کرنے لگا اس نے کہا عرصہ ہوا قرآن پاک نہیں سنا اور میں قرآن پاک سننے کا بڑا شائق ہوں۔ اگر کچھ اور تلاوت کریں تو بڑا اِحسان ہوگا۔ میں نے کچھ اور پڑھا جب میں خاموش ہوا، اس نے پھر درخواست کی تیسری بار پھر پڑھا، پھر وہ مخدومی برادر گرامی جو پاس ہی سو رہے تھے، ان کو خواب میں ظاہر ہوا اور کہا میں نے انہیں بار بار تلاوت کے لیے کہا ہے انہوں نے قبول کیا اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے، آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں وہ بیدار ہوئے اور مجھ سے کہا میں نے زیادہ پڑھا یہاں تک کہ میں نے اس قبر والے کو بہت خوش پایا اور اس نے کہا:

جزاک اللہ عنی خیر الجزاء۔ [انفاس العارفین مترجم۔ص۸۱]

﴿واقعہ ۱۷﴾

یہی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپسی کے دوران راستے میں ایک لمبے کوچے سے گزر رہا تھا، اس وقت شیخ سعدی کے اشعار پڑھ رہا تھا۔ چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا، اس وجہ سے میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ اچانک ایک فقیر منش دراز زُلف، ملیح چہرہ، پیر مرد ظاہر ہوا اور کہا وہ مصرع یوں ہے ع

علم کہ راہِ حق ننماید جہالت ست

میں نے کہا جزاک اللہ! آپ نے میرے دل سے بے چینی دور کر دی ہے۔ پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا وہ مسکرائے اور فرمایا: کیا یہ یاد دلانے کی اجرت ہے؟ میں نے کہا نہیں جناب بلکہ یہ شکرانہ ہے فرمایا میں نہیں کھاتا، پھر فرمایا مجھے جلدی جانا ہے۔ میں نے کہا میں بھی جلدی چلوں گا۔ فرمایا میں بہت جلدی جانا چاہتا ہوں اور قدم اٹھا کر کوچے کے آخر میں رکھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ روح مجسم ہے میں پکار اٹھا کہ مجھے اپنے نام سے تو آگاہ کیجیے تا کہ میں فاتحہ پڑھ سکوں تو فرمایا:

”ہمیں سعدی است“

یعنی میں ہی سعدی ہوں۔ [انفاس العارفین مترجم۔ص ۸۰]

﴿واقعہ ۱۸﴾

دہلی کے بڑے پیر حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے تحریر فرمایا کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسرے سال بھی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے اور وہ بھی عرس شریف کی رات اس مرتبہ رام پور کے مولوی سردار احمد وکیل مجددی ساتھ تھے، غالباً رات کے دس بجے آپ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے آپ نے حسب معمول سلام مسنون برائے اموات پیش کیا اور پھر

عندالقبر دوزانو باادب بیٹھ گئے تا کہ سورۂ یٰسین یا سورۂ ملک تلاوت فرمائیں۔ لیکن آپ نے تلاوت شروع نہیں کی گھبرا کر اٹھے اور فرمایا چلو بچو چلو بچو اور بگھی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے آپ نہایت رنجیدہ نظر آرہے تھے اور بالکل خاموش تھے، البتہ آپ نے مولوی سردار احمد کا نام لے کر یہ بات بگھی میں بیٹھے وقت فرمائی تھی، کیا بات ہے آج حضرت کا مزار فیوض وبرکات سے ہمیں خالی نظر آتا ہے! ہم سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا اور جب آپ کی بگھی پرانے قلعے کے پاس مٹکے شاہ کے مزار کے پاس پہنچی تو آپ ایک دم بلند آواز سے بولے دیکھو دیکھو حضرت یہاں کھڑے ہیں اور فرما رہیں ہیں تم ہمارے مزار پر گئے اور ہم لوگوں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے یہاں آگئے ہیں۔ [مقامات خیر: ص ۴۱۸]

﴿واقعہ ۱۹﴾

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے لختِ جگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے فرمایا اے ولی اللہ! جب ہمارے مرشد حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نے انتقال فرمایا تو ہم اس وقت بیمار تھے، لہٰذا بوجہ ضعف و بیماری ہم حضرت کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اور جب افاقہ ہوا تو ہم قبرستان گئے اور ہم نے پوچھا کہ فلاں دن فلاں بزرگ کا انتقال ہوا تھا، ان کی قبر شریف کون سی ہے ایک شخص نے بتایا ان کی قبر یہ ہے ہم نے اس قبر کے سامنے بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ حالاں کہ وہ قبر ہمارے حضرت کی نہیں تھی، تو ہمارے حضرت نے اپنی قبر مبارک سے آواز دی عبدالرحیم میری قبر یہ ہے اس آواز پر ہم نے اٹھ کر حضرت کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا تو پھر حضرت نے آواز دی عبدالرحیم وہ قبر بھی (جس پر قرآن پاک پڑھ رہا تھا) مسلمان کی قبر ہے وہاں قرآن مجید پڑھ کر پھر ہماری قبر پر آؤ پھر جب ہم نے آپ کی قبر شریف پر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو تجوید کے لحاظ سے یا کسی اور جگہ بھول ہو جاتی تو آپ اسی وقت قبر میں سے فرماتے عبدالرحیم ایسا پڑھنا چاہیے۔ [احسن تقویم: خواجہ ہدایت علی جے پوری رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۳]

﴿واقعہ ۲۰﴾

حضرت مرزا جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سرہند شریف جارہا تھا ہم نے اس سے کہا جب تم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف پر حاضر ہو تو ہماری طرف سے بھی سلام عرض کرنا جب اس شخص نے سلام عرض کیا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف شق ہوئی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سینے سے زیادہ جسم مبارک قبر سے باہر نکالا اور فرمایا وعلیکم السلام میرا شیفتہ جانِ جاناں اچھا ہے اور پھر قبر مبارک میں تشریف لے گئے۔ [احسن تقویم۔ص۱۴]

﴿واقعہ ۲۱﴾

حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت شیخ عابد سُنامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ جارہے تھے کہ ایک مقبرے میں سے دومُردوں نے حضرت شیخ سنامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض اور دعا کی درخواست کی، حضرت شیخ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تو تمام مقبرہ انوار و برکات سے بھر گیا۔ [احسن تقویم:ص۱۴]

﴿واقعہ ۲۲﴾

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک پر کئی سال تک روزانہ حاضر ہوتے تھے اور ایک دن بسطام میں برف بہت زیادہ گری اور سب قبریں برف میں چھپ گئیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیران کھڑے تھے تو حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے قبر کے اندر سے فرمایا اے ابوالحسن میری قبر یہ ہے۔ یہاں آجاؤ۔ [احسن تقویم:ص۱۵]

﴿واقعہ ۲۳﴾

کتاب احسن تقویم کے مصنف خواجہ محمد ہدایت علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں میں (محمد ہدایت علی) بھی اپنے پیرومرشد خواجہ محمد علی شیر خاں صاحب رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف پر تقریباً انتیس (۲۹) سال سے روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور آپ کی حیات میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) سال روزانہ حاضر ہوتا رہا، کئی مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو اپنی قبر مبارک میں سے بہ آوازِ بلند فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوش ہیں فکر نہ کرنا چاہیے۔ [احسن تقویم۔ص۱۵]

﴿واقعہ ۲۴﴾

ان واقعات کے ساتھ ایک حدیث پاک بھی سنتے جائیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ ایک صحابی نے ایک جگہ خیمہ لگایا جب کہ اس صحابی کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے اچانک سنا کہ قبر کے اندر سے کوئی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے اس پڑھنے والے نے پوری سورۂ ملک پڑھی بعدازاں جب وہ صحابی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ھی المانعة ھی المنجیة. [مشکوٰۃ:ص۱۸۷، تفسیر مظہری:ص۲۹]

یعنی سورۂ ملک عذاب کو روکنے والی ہے یہ نجات دلانے والی ہے۔

﴿تنبیہ﴾

الحمدللہ رب العالمین مندرجہ بالا واقعات اور حدیثِ مبارکہ سے روزروشن کی طرح عیاں ہوا کہ اللہ والے ”فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً“ کے مطابق اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ وہ ان کے مزارات پر حاضری دینے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ لیکن اگر حاضر ہی نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی روکے تو یہ اس کی اپنی حرماں نصیبی ہے۔

تعجب: کہ اُمت کے والی، رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ولیوں کے مزارات پر حاجت مندوں کو بھیجتے ہیں اور ان کا کلمہ پڑھنے والے اپنے آپ کو علما کہلانے والے مزارات اولیا سے روکتے ہیں۔ چناں چہ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب جمال الاولیاء

میں لکھتے ہیں کہ فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ عجیل خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احمد بن موسیٰ عجیل کو فرمایا: ''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر علم کھول دے تو ضریر کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔'' ان فقیہ نے ایسا ہی کیا تو اس کی برکتیں ظاہر ہوگئیں۔

[جمال الاولیاء۔ص ۱۰۵]

نیز: اسی میں ہے کہ مجاہد بادشاہ کے زمانے میں عرب میں پھوٹ پڑی اور وادیِ رمع وغیرہ کی آبادیاں تباہ ہوگئیں اور فقہاے بنی زیاد کے پاس بہت سی کتابیں تھیں نہ ان کو منتقل کرنا ممکن تھا اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ خود شہر سے نکل جائیں اور کتابیں چھوڑ جائیں۔ وہ (علماے بنی زیاد) ان کتابوں کی وجہ سے بہت فکرمند تھے، اتفاق سے شیخ طلحہ بن عیسیٰ ہتار اپنے شروع شروع زمانے میں وہاں پہنچ گئے اور شام کو وہیں رہے ان حضرات کا حال دیکھ کر وہ بھی فکرمند ہوئے، خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا فقہاے بنی زیاد سے کہہ دو کہ اپنی کتابیں ضریر کی قبر پر منتقل کردیں، وہاں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جب بیدار ہوئے تو سب کو اطلاع کردی ان حضرات نے جلدی جلدی سب کتابیں شیخ ضریر کی قبر پر منتقل کردیں اور یہ کتابیں تقریباً ایک سال وہیں رہیں دھوپ اور بارش میں رہیں، مگر کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ عرب وغیرہ میں سے کوئی ان کتابوں میں سے کچھ لے سکا۔

[جمال الاولیاء۔ص ۱۰۵]

الحمد للہ! حق واضح ہوگیا کہ حبیب خدا سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کو اولیا اللہ کے مزاراتِ مبارکہ پر بھیجتے ہیں۔ لیکن ان کا کلمہ پڑھنے والے روکتے ہیں! اللہ تعالیٰ ہدایت اور سمجھ عطا کرے۔ (آمین)

﴿سوال﴾

یہ مان لیا جائے کہ اولیا اللہ زندہ ہیں لیکن ان سے کیا حاصل ہوگا یہ کیا دے سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾

یہ حضرات بعد وصال ''فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً'' کے مطابق وہ کچھ باذن اللہ دیتے ہیں۔ جس کا تذکرہ اخبار امروز ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء پر شائع ہوا۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

''سہارن پور یکم اپریل ۱۹۸۱ء حضرت مخدوم سید علاء الدین احمد صابر کلیری کی درگاہ شریف میں شدید سردی کے باعث انتقال کر جانے والی کم سِن بچی کے زندہ ہوجانے کا حیرت ناک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ بھارتی صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارن پور میں کلیر شریف کے مقام پر حضرت مخدوم صابر کلیری کی درگاہ شریف کی زیارت کے لیے پاک پتن پاکستان سے دو خواتین پہنچیں، ان کے ساتھ ایک کم سن بچی تھی شدید سردی کے باعث بچی کا جسم سرد ہوگیا اور مغرب سے قبل ہی انتقال کرگئی، ان دونوں عقیدت مند خواتین نے ایک مقامی معالج ڈاکٹر غلام صابر سے رابطہ قائم کیا۔ جنہوں نے معائنہ کے بعد بتایا کہ بچی مرچکی ہے، اس کے بعد دونوں خواتین نے اس بچی کی نعش کو درگاہ شریف کی چوکھٹ پر رکھ دیا اور زاروقطار رونے لگیں۔ نمازِ عشاء کے بعد درگاہ کی مسجد میں آئے ہوئے نمازیوں نے ان کی اس آہ وبُکا کی خبر دریافت کی، لیکن وہ ان کے سوالات کا جواب دینے کی بجائے صاحبِ مزار حضرت مخدوم صابر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ ہم آپ کے پیر ومرشد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آرام گاہ پاک پتن سے آپ کی زیارت کی خاطر آئی ہیں۔ متوفاۃ بچی کی ماں کہہ رہی تھی کہ لوگ تو گود بھرنے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں میری گود کیسے اجڑ گئی؟ کیوں کہ آپ کے دادا حضرت غوث اعظم شیخ

عبدالقادر جیلانی نے توبارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کوسطح آب پر ابھارا تھا اور آپ کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ڈوبا ہوا سورج طلوع ہوا تھا، پھر میں کیسے آپ کی بارگاہ میں اجڑ گئی اور کیسے آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ واپس چلی جاؤں؟ غم زدہ ماں اس طرح فریاد کناں تھی کہ کچھ دیر بعد بے جان بچی نے ہچکی لی اور زندگی کے آثار اس کے چہرے اور جسم پر نمایاں ہونے لگے اور تھوڑی دیر بعد وہ ایسی زندہ ہوگئی جیسے موت کے ظالم ہاتھ نے اسے چھوا تک نہ تھا، صاحبِ مزار کی اس کرامت کے شاہد لاتعداد افراد تھے، جن میں وقف بورڈ کا عملہ مقامی ڈاکٹر غلام صابر اور مقبول احمد خاں پیش امام درگاہ شریف شامل ہیں"۔

[روزنامہ امروز ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء بروز جمعرات]

الحمد للہ رب العالمین اس سے یہ چیز واضح ہوئی کہ اللہ والے باذن اللہ بہت کچھ دے سکتے ہیں ان کی برکت سے مردے بھی زندہ ہو سکتے ہیں۔

﴿مسئلہ﴾

واقعات مثبت نہیں لیکن مؤیدات میں سے ضرور ہوتے ہیں۔ یعنی واقعات سے حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔ لیکن واقعات سے حکم کی تائید بلا ریب ہوتی ہے۔ ان مذکورہ بالا واقعات سے حکم الٰہی "فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" کی تائید ضرور ہوتی ہے۔ نیز سب واقعات میں قدر مشترک روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ اولیا اللہ زندہ ہیں اور وہ باذن اللہ تصرف کرتے ہیں۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ کفن چور کو طمانچہ مار کر سچی توبہ کرا کے راہِ راست پر کون لایا، کیا مٹی کے ڈھیر نے طمانچہ مارا تھا؟ پھر شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راستے میں کس نے ملاقات کی تھی؟ اور خواجہ شناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس سے گفتگو کرتے تھے؟ اور قبر کے اندر سے کون جواب دیتا تھا؟ پھر آنے والے کو قبر سے نکل کر کس نے بیعت کرلیا تھا؟ نیز شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے " یا

شَیۡخ عَبۡدَالۡقَادِرۡ جِیۡلَانِی شَیۡئًا لِّلّٰه" پکارنے پر مولوی عبداللہ کے سامنے کون تھا؟ اور قطب زماں امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پر بدر کے میدان میں کس نے آواز دی تھی کہ میری قبر یہ ہے؟ اور بھولے بھٹکے کو کون راہ راست پر کھڑا کر گیا تھا؟ اور اور گھر والوں کو مٹھائی لاکر کون دے جاتا تھا؟ کیا وہ مٹی کے ڈھیر تھے؟؟؟

مگر میں نہ مانوں کا کوئی علاج نہیں!!!

﴿ایک لطیفہ﴾

سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ والے وصال کے بعد بہت کچھ بھیجتے ہیں وہ بھی سچے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کچھ نہیں دے سکتے وہ بھی سچے ہیں۔ عرض کیا حضور دونوں کیسے سچے ہوگئے۔ تو فرمایا اس کی مثال یوں کہ دو دوست لائل پور سے کسی دوسرے ملک گئے وہاں جا کر ایک دوست نے ڈگریاں حاصل کیں اور وہ حکومت کا وفادار رہا ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد حکومت نے اسے کسی اعلیٰ پوسٹ پر فائز کردیا۔ اس نے خوب کمائی کی پھر کوئی آدمی لائل پور سے اس ملک گیا اور اس وفادار افسر سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو جواباً کہا کہ میں ملکِ پاکستان کے شہر لائل پور سے آیا ہوں۔ اس افسر نے کہا کہ لائل پور کے فلاں محلے میں میرے بچے رہتے ہیں، یہ تحفے ان کے لیے لے جاؤ جب ان بچوں کو وہ تحائف ملے تو بہت خوش ہوئے اور بچے بولے جو دوسرے ملک جاتے ہیں بہت کچھ بھیجتے ہیں اور دوسرا دوست اس نے وہاں جا کر حکومت کے ساتھ بغاوت شروع کردی، حکومت نے پکڑ کر جیل میں ڈال دیا، نہ وہ کچھ کما سکتا ہے نہ اس کے پاس کچھ ہے، اس نے اپنے بچوں کے لیے کیا بھیجنا ہے؟ اس کے بچے اگر کہیں کہ جو دوسرے ملک جاتے ہیں وہ کچھ نہیں دے سکتے تو کیا وہ سچے نہیں؟ وہ بالکل سچ کہتے ہیں۔ یوں ہی ہمارے اکابر دنیا میں آئے حکومت الٰہیہ کے ساتھ وفاداری رکھی اور

ڈگریاں حاصل کرتے رہے۔کوئی غوث اعظم بن گیا،تو کوئی داتا گنج بخش،کوئی غریب نواز بن گیا،تو کوئی گنج شکر، وہ اونچے اونچے عہدوں پر فائز رہے بعد وصال وہ اپنی معنوی اولاد کے لیے بہت کچھ بھیجتے ہیں،تو ان کے ماننے والے اگر کہیں کہ یہ حضرات بہت کچھ بھیجتے ہیں تو کیا وہ سچے نہیں اور کچھ دوسرے لوگ دنیا میں آئے اور حکومت الٰہیہ کے ساتھ بغاوت شروع کردی اور مرنے کے بعد حکومت الٰہیہ کے اہل کاروں فرشتوں نے انہیں پکڑ کر جیل میں ڈال دیا ہے۔انہوں نے کوئی ڈگری حاصل نہیں کی نہ کوئی غوث بنا، نہ کوئی داتا گنج بخش بنا، نہ کوئی غریب نواز بنا، نہ کوئی گنج شکر بنا ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں تو وہ پچھلوں کو کیا بھیجیں گے،تو ان کے ماننے والے اگر کہیں کہ ہمارے اکابر کچھ دے ہی نہیں سکتے تو وہ سچ ہی تو کہتے ہیں لہٰذا ہم بھی سچے اور وہ بھی سچے۔

فقیر ابوسعید غفرلہٗ کہتا ہے جیسے کہ کتاب الروح لابن قیم میں ہے:

”ان الارواح قسمان ارواح معذبة وارواح منعمة فا لمعذبة فی شغل بما هی فيه من العذاب عن التزاور والتلاقی و الا رواح المنعمة المرسلة غير المحبوسة تتلاقی وتتزاور وتتذاكر ما كان منها فی الدنيا.“ [کتاب الروح: ابن قیم جوزیہ،ص ۲۳]

یعنی روحیں دو قسم کی ہیں ایک قسم وہ روحیں جو عذاب میں مبتلا ہیں۔دوسری قسم وہ روحیں جو انعام واکرام میں ہیں۔لہٰذا وہ رُوحیں جو عذاب میں گرفتار ہیں۔وہ عذاب کے شغل میں مبتلا ہیں، وہ زیارت اور ملاقات سے معذور ہیں۔لیکن جو روحیں انعام واکرام میں ہیں وہ قید میں نہیں ہیں، وہ آزاد ہیں ان سے ملاقات اور ان کی زیارت ان سے مذاکرات جو دنیا میں کیے جاتے تھے کیے جاسکتے ہیں۔

﴿سوال﴾

یہ تو روحیں ہیں جو متشکل ہوکر آتی ہیں نہ یہ کہ مرنے والوں کے خاکی جسم ہیں؟

﴿جواب﴾

ہم نے کب کہا ہے کہ یہ حضرات اپنے عنصری (خاکی اجسام) کے ساتھ باہر آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں۔ بلکہ یہ روحانی جسم کے ساتھ آتے جاتے، سنتے بولتے اور مدد کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ فیض بھی روح سے ہی حاصل کیا جاتا ہے، نہ کہ جسم خاکی سے لہٰذا اگر آپ نے تسلیم کرلیا کہ اولیا اللہ کی روحیں متشکل ہوکر آتی ہیں اور امداد کرتی ہیں، فیض پہنچاتی ہیں تو جھگڑا ختم۔ پھر عوام الناس کو ان کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دینے اور فیض حاصل کرنے سے کیوں روکا جاتا ہے؟ اللہ تعالی دین کی سمجھ عطا کرے۔

﴿دعوت غور وفکر﴾

بڑے بڑے اولیاے کرام مشائخ عظام، ولی، غوث، قطب، محبوبانِ خدا جل جلالہٗ کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دیتے رہے اور فیض حاصل کرتے رہے۔مثلاً: امام الاولیا سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار پر سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ سے لے کر ہر صدی کے ولیوں، غوثوں، قطبوں نے حاضری دی ہے اور فیض حاصل کیا۔

مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ مخالفت کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ دھریں اور حاضری دیتے رہیں۔

بر در درویش رو ہر صبح وشام　　تا ترا مطلب شود حاصل تمام

حسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سید المرسلین وعلیٰ اله واصحابه اجمعين.

فقیر ابوسعید **محمد امین** غفرلہ ولوالدیہ